اسلام میں قرضِ حسنہ کی حیثیت

مولانا مبشر احمد، لاہور

نحمده و نصلى على رسوله الكريم.

قرض کے لغوی معنی:

قرض "اِقْرَاضٌ" سے ماخوذ ہے۔قرض دینا۔(۱) باب ضرب سے قَرَضَ یَقْرِضُ. کسی کو بدلہ دینا۔ باب سَمِعَ سے۔مرجانا۔(۲)

۲۔ القرض هو القطع فى اللغة سمى هذا العقد قرضا لما فيه قطع طائفة من ماله. (۳)

ترجمہ: قرض کا معنی ہے علیحدہ کرنا اور اس کو قرض اسی لئے کہتے ہیں کہ اس میں بھی مال کا ایک حصہ علیحدہ کیا جاتا ہے۔

۳۔ (هو) لغة ما تعطيه لتقتاضاه (۴)

ترجمہ: وہ مال جس کو تو واپسی کی شرط کے ساتھ دیتا ہے۔

قرض کی شرعی تعریف:

هو عقد مخصوص يرد على رفع مال مثلى لاخر ليرد مثله (۱)

یعنی قرض وہ خاص معاملہ ہے جس میں مُقرِض (قرض دینے والا) مُستَقرِض (قرض لینے والے) کو ایسا مال دیتا ہے جس کی ہم مثل موجود ہے تاکہ اس سے وصولی کے وقت اس جیسی چیز وصول کر سکے۔

۲۔ وہ احسان یا عطیہ جو پہلے کیا جائے یا وہ مال جو مقررہ میعاد کے بعد واپسی کی شرط سے دیا جائے۔(۲)

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

قرض اور دَین میں فرق:

دَین عربی میں عین کے مقابلے میں آتا ہے۔ نقد کے لئے عین اور ادھار کے لئے دَین بولا جاتا ہے۔ اور اس سے مقصود کاروبار اور لین دین میں ادھار کا معاملہ کرنا ہے۔ خواہ قیمت ادھار ہو یا چیز ادھار ہو۔

۲۔ الدین ما وجب فی الذمة بعقد او استھلاک (۳)

ترجمہ: دین وہ مال ہے جو کسی کے ذمہ عقد (بیع وشراء) کے سبب لازم ہوا ہو یا کسی کا مال ہلاک اور ضائع کر دینے کے سبب لازم ہوا ہو۔

اور قرض یہ ہے کہ ایک کا دوسرے سے صرف اور خرچ کے لئے مال مثلی لینا۔ جیسے نقد روپے لینا، گندم لینا، اس شرط پر کہ اسی جیسا واپس کرے گا۔ مال دینے والا مُقْرِضْ اور لینے والا مُسْتَقْرِضْ اور مال قرض کہلاتا ہے۔

قرض میں قبضہ شرط ہے، دَین میں قبضہ شرط نہیں۔ دَین میں مدت مقرر کی جاتی ہے قرض میں مدت مقرر نہیں کی جاتی۔

لزم تاجیل کل دین ان قبل المدیون (۴)

ترجمہ: ہر دین میں مدت مقرر کرنا لازم ہے بشرطیکہ مدیون اس کو قبول کرے۔

۲۔ قرض میں قانونی نقطہ نظر سے دو باتیں ملحوظ ہوتی ہیں۔ ایک حیثیت میں قرض عاریت ہوتا ہے کیونکہ اس میں دوسرے سے ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے اور دوسری حیثیت سے اس میں معاوضہ کی روح کارفرما ہوتی ہے۔ کیونکہ مال حفاظت کی خاطر نہیں بلکہ واپسی کی خاطر لیا گیا ہے اور مقصد قرض کے ذریعہ قرض دار کی ضرورت کو پورا کرنا ہے۔

قرضِ حسنہ کی تشریح:

قبل اس کے کہ قرض کے احکام تحریر کئے جائیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مقالہ کے عنوان (قرضِ حسنہ) کی وضاحت کر دی جائے کہ کتاب وسنت میں قرضِ حسنہ کے کیا معانی ہیں۔

۱. مَنْ ذَالَّذِیْ یُقْرِضُ اللہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ وَلَہٗ اَجْرٌ کَرِیْمٌ (۱)

ترجمہ: کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دیتا ہے پس اللہ تعالیٰ اس کو بڑھائے گا اور اسے اچھا

بدلہ دے گا۔

۲. اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ. (۲)

ترجمہ: بے شک صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور قرض دو اللہ تعالیٰ کو قرض اچھا دوگنا کیا جائے گا ان کے لئے اور ان کو اچھا بدلہ دیا جائے گا۔

۳. وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا وَّاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O (۳)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو اور جو مال تم اپنے نفسوں کے لئے آگے بھیجتے ہو اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس پالو گے وہ بہتر اور بڑے اجر کی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

۴. لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَ عَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ. (۱)

ترجمہ: اگر تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو تو میں تمہارے گناہوں کو مٹا دوں گا۔ اور تمہیں باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

۵. اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ O (۲)

ترجمہ: اگر تم اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو تو وہ تمہارے لئے اس کو دگنا کرے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ قدر دان اور بردبار ہے۔

یہ وہ آیات ہیں جن میں قرض حسنہ کی ترغیب اور فضیلت بیان ہوئی ہے اب سوال یہ ہے کہ قرض حسنہ سے کیا مراد ہے؟ تو شیخ محمد بن احمد القرطبی اپنی مایۂ ناز تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

فیه ثلاثة اوجه احدها انه یرید سائر الصدقات ثانیها یرید اداء الزکوة علی احسن وجه وهو اخراجها من الطیب الاموال و اکثرها نفع الفقراء و ابتغاء وجه الله والصرف الی المستحق و ثلثها یرید کل شئی یفعل من الخیر مما یتعلق بالنفس

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

والمال (۳)

ترجمہ: اس میں تین توجیہات ہیں۔ (۱) اس سے مراد تمام صدقات ہیں۔ (۲) اس سے مراد زکوٰۃ کو اچھے طریقے سے ادا کرنا ہے اور اچھا طریقہ یہ ہے کہ حلال مال سے ادا کرے اور جس سے فقراء کو زیادہ نفع ہو وہ مال دے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دے اور مستحق پر خرچ کرے۔ (۳) اس سے مراد ہر نیک عمل ہے خواہ وہ نفس کے ساتھ ہو یا مال کے ساتھ۔

۲۔ شیخ محمود آلوسی (۱) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرضِ حسنہ کا معنیٰ ہے بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنا اور بعض نے کہا صدقِ دل کے ساتھ اور صدقات نافلہ جس چیز سے بھی ہو۔ پس وہ استعارہ ہے کیونکہ اللہ سبحانہ نے ثواب اور جزاء کا وعدہ فرمایا ہے اور اس کو قرض کے ساتھ تشبیہ دیا ہے اس لئے کہ وہ اس کی مثل بدلہ دے گا اور قرض حسنہ وہ ہوتا ہے جو خوش قلبی کے ساتھ مال خیرات کیا جائے اور بعض نے کہا جس کے بعد احسان جتانا، اور تکلیف پہنچانا نہ ہو اور بعض نے کہا جو حلال مال سے صدقہ دیا جائے وہ قرضِ حسنہ کہلاتا ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں:

خدا کو قرض دینے سے مراد اس کے دین اور اس کے پیغمبروں کی حمایت میں مال خرچ کرنا ہے۔ جس طرح روپیہ قرض دینے والا اس امید پر دیتا ہے کہ اس کا روپیہ واپس مل جائے گا اور قرض لینے والا اس کے ادا کرنے کو اپنے ذمہ لازم کر لیتا ہے۔ اسی طرح خدا ہی کی دی ہوئی چیز یہاں اس کے راستہ میں خرچ کی جائے گی وہ ہرگز گم نہیں ہوگی۔ حق تعالیٰ نے کسی مجبوری سے نہیں محض اپنے فضل و رحمت سے اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے کہ وہ تم کو عظیم الشان نفع کی صورت میں واپس کر دے اور قرضِ حسنہ سے مراد یہ ہے کہ اخلاص سے دو اور اپنے محبوب اور مرغوب اور پاک وصاف مال میں سے دو۔ (۲)

زکوٰۃ اور قرضِ حسنہ میں فرق:

زکوٰۃ کا ادا کرنا قانونی طور پر ضروری ہے لیکن قرضِ حسنہ سے مقصود ہے دین کی برتری اور رفاہِ عام کے سارے اجتماعی کاموں کے لئے انفرادی ذمہ داری کے ساتھ اجتماعی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ وقت کے ملی تقاضوں اور مطالبات کو پورا کرنے کے لئے رضا کارانہ طور پر

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابو عبید) ☆☆☆

اپنے ملکی سرمایہ سے کچھ وقف کرنا تاکہ جماعتی مقاصد کو پورا کیا جا سکے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مال کی متعینہ زکوٰۃ ادا کر دینے کے بعد بھی ایک مسلمان دین کے مالی مطالبات سے سبکدوش نہیں ہوتا اور اب بھی اس کی دولت میں حق باقی رہتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر لوگوں کے اخلاقی احساسات معاشرے کی بھوک اور ناداری پر قابو نہ پا رہے ہوں یا دین کی حفاظت اور نصرت کا فرض ادا کرنے سے قاصر ہوں تو ایسی حالت میں قرضِ حسن یقیناً اخلاقی سے قانونی شکل اختیار کر لے گا اور اس دفعہ کی رو سے اسلامی حکومت مجاز ہوگی کہ وہ غریب اور نادار شہریوں کی ضرورتوں اور دین کے مفاد کی خاطر مال داروں پر مزید بار ڈالے۔

فقہاء کی اصطلاح میں جس چیز کو فرضِ عین اور فرضِ کفایہ کہا جاتا ہے اسی کو ہم نے قانونی اور اخلاقی ذمہ داری سے تعبیر کیا ہے۔ زکوٰۃ ان کے یہاں فرضِ عین ہے تو قرضِ حسن فرضِ کفایہ۔ (۱)

بقا اور فناء کا فلسفہ:

یا یوں تعبیر کر لیجئے کہ قرضِ حسنہ انسانیت کی بقاء کا پیش خیمہ ہے کیونکہ یہ ایک سخاوت ہے جو دل کی شجاعت اور حوصلہ کی بلندی چاہتی ہے طبیعت میں بے نیازی پیدا کرتی ہے دوسروں کی ضرورتوں کا احساس، ان کی ضرورتوں کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھنا سخاوت اور جود و کرم کی اصل روح ہے۔ یہ روح کارفرما ہوتی ہے تو ہمدردی، غم خواری، رحم اور خدمتِ خلق کے جوہر جلوہ گر ہوتے ہیں۔ یعنی انسانیت کا جوبن نکھرتا ہے، شرافت کا علم بلند ہوتا ہے، میل ملاپ اور محبت کی فضا ہموار ہوتی ہے، سخاوت اگر کارفرما ہو تو طبقاتی جنگ کی نوبت نہیں آتی۔ کیونکہ دولت مند طبقہ ہمدرد اور غمگسار ہوتا ہے اور غریب و نادار اس کے وفادار و جاں نثار ہوتے ہیں اور اس طرح ایک نظم و ضبط پیدا ہو جاتا ہے جو فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہوتا ہے جو معاشرہ اور سماج کو اطمینان کی دولت بخشتا ہے۔ جس میں ایک دوسرے سے نفرت اور بغض نہیں بلکہ محبت اور باہمی اعتماد کی نعمت میسر آتی ہے اور جب محبت اور اعتماد و تعاون کی کلیاں چٹختی ہیں تو معاشرہ اور سماج رواداری اور شریفانہ اخلاق کا گلدستہ بن جاتا ہے۔ یہی تہذیب بہیمیت اور حیوانیت کو کچلتی ہے اور شرافت و آدمیت کو سربلند کرتی ہے جس سے رب العالمین کی نیابت و خلافت کی صحیح تصویر سامنے آتی ہے اور دنیائے پرُحزن جنت نشان بن جاتی ہے۔ (۱)

سخاوت کے مقابل میں بخل ہے، جو طمع، تنگ نظری، خودغرضی، بزدلی، بے رحمی، سنگدلی، ذخیرہ اندوزی، چور بازاری، رشوت، خیانت اور سود جیسے زہریلے جراثیم پیدا کرتا ہے جو انسانوں کی معیشت کو تباہ کرتے ہیں اور ان کی خوش حالی کے لئے اژدھا بن جاتے ہیں۔

سرمایہ ختم کیا جائے یا بخل:

اسلام اس حقیقت سے آنکھ بند نہیں کرتا کہ دولت صرف ایک معمل ایک آلہ ہے اصل چیز دولت نہیں بلکہ عمل اصل ہے۔ چشمۂ شیریں کے پانی سے آپ لالہ زار کو شاداب کر کے سنبل و ریحان کے تختے اور خیابان بھی تیار کر سکتے ہیں اور خارستان کے خاردار جھاڑیوں کو بھی دھاردار اور نوکیلے بنا سکتے ہیں۔ نتیجہ کا تعلق آپ کے عمل سے ہے۔ اصلاح یہ نہیں کہ پانی کو خشک کر دیں۔ یا لالہ زار کی بجائے کسی خندق میں بہائیں۔ اصلاح یہ ہے کہ کانٹوں سے نفرت دلائیں اور گل و غنچہ کی محبت بڑھائیں۔ اسلام اصلاح کی یہی صورت پیدا کرتا ہے کہ وہ جود و سخا کے گلشن اور چمن کو زکوٰۃ، خیرات، صدقات، قرضِ حسنہ اور وقف سے آبیاری کرتا ہے اور انسانیت کی بقاء و حفاظت کے وہ لازوال ذرائع و اسباب مہیا کرتا ہے کہ انسانیت، حیوانیت سے ملکوتیت کے جوہر کے ساتھ آراستہ اور پیراستہ ہو جاتا ہے تو گویا قرضِ حسنہ انسانی معیشت کے لئے ایک پل ہے اس کے ذریعہ ہم اپنی زندگی کی منزل مراد پا سکتے ہیں۔

قرآنِ حکیم اسی نقطہ کو سامنے رکھتا ہے اور فنا و بقا کے فلسفہ کو ذہن نشین کرا کے اس حقیقت کا یقین پیدا کراتا ہے کہ دولت کا بقا تجوریوں میں بند کرنے اور زمین دوز خزانوں میں دفن کرنے سے نہیں بلکہ اس کے بقا کی صورت یہ ہے کہ اس پر انفاق فی سبیل اللہ کا عمل زیادہ سے زیادہ کیا جائے۔ بینک بیلنس آپ کا کتنا ہی زیادہ ہو اس سے آپ کو قوت حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ ہی آپ کا سرمایہ محفوظ رہ سکتا ہے بلکہ اس بچت کو ایسے بینک میں محفوظ کرایا جائے جس کا محافظ حقیقی نگران ہے۔

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللهِ بَاقٍ . (النحل: ع ۱۳)

جو تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔

فی سبیل اللہ بینک:

آپ بینک میں رقم ڈیپازٹ کراتے ہیں کہ رقم محفوظ رہے اور اس کا انٹرسٹ (سود)

آپ کو ملتا رہے لیکن ڈیپازٹ رقم آپ کی کب تک ہے۔ اپنی دانست میں آپ نے بڑی دوراندیشی سے کام لیا کہ زندگی کا بیمہ کرا دیا۔ مگر کیا بیمہ قضاء وقدر کے فیصلہ میں کوئی تبدیلی کر سکتا ہے؟

عدالت نے کسی کو دیوالیہ قرار دے دیا ہے تو وہ کسی وقت دولت مند بن بھی سکتا ہے لیکن جس کو قضاء وقدر نے دیوالیہ قرار دے دیا جو دنیا سے خالی ہاتھ رخصت ہوا وہ کبھی دولت مند نہیں بن سکتا۔ البتہ اگر آپ نے قرآنِ حکیم کے اصول پر اپنی زندگی کا بیمہ کرا لیا تو آپ کی دولت پر کبھی زوال نہیں آ سکتا۔ یہ دولت دن بدن بڑھتی ہی رہے گی۔

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَاللهِ هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا. (۱)

ترجمہ: اور جو آگے بھیجو گے اپنے واسطے کوئی نیکی اس کو اللہ کے پاس پاؤ گے اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر بدلہ اور زیادہ اجر ہے۔

ڈیپازٹ رقم پر آپ کو دس فیصد سود ملتا ہے لیکن جو رقم آپ فی سبیل اللہ بینک میں جمع کراتے ہیں اس کے نفع کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

قرآنِ حکیم کی وضاحت یہ ہے کہ جو رقم آپ فی سبیل اللہ کے بینک میں جمع کراتے ہیں اس کو صرف کھاتہ میں درج نہیں کر دیا جاتا بلکہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کو تخم بنا کر ایک زرخیز کشت زار میں بو بھی دیا جاتا ہے۔ زرخیز زمین ایک گیہوں کی نال پر سات بالیں آ جاتی ہیں اور ایک ایک بال میں سو سو دانہ ہوتے ہیں تو ایک دانہ سے سات سو دانہ بن جاتے ہیں۔ یعنی انٹرسٹ (نفع) ستر ہزار فیصد ہو جاتا ہے۔ (۱)

لیکن یہ شرط ہے کہ دولت مند جو امداد کرے اس میں خودغرضی کا شائبہ تک نہ ہو۔ یہاں تک کہ اس کو کبھی زبان پر بھی نہ لائے جس سے غریب اور ضرورت مند کو کمتری کا احساس ہو۔ یا کوئی ذہنی اور دماغی کوفت ہو۔

دنیا کے دوسرے نظاموں سے موازنہ:

گفتگو بہت طویل ہوگئی اب دنیا کے دوسرے نظاموں سے موازنہ بھی کیجئے۔

۱۔ سرمایہ داری کا دشمن اسلام بھی ہے اس کو سرمایہ داری سے انتہائی نفرت ہے مگر وہ سرمایہ داری کو اس لحاظ سے اچھا بھی سمجھتا ہے کہ اس میں انسانی زندگی کی فلاح و بہبود کا راز مضمر ہے اور وہ

ایک عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر (سنن ابو داود و ترمذی)

سرمایہ دار اللہ کو بہت پسند ہے جو اپنے سرمایہ سے غریب نادار، مزدور طبقہ لوگوں کی معیشت کو سنبھالا دیتا ہے اور اپنے سرمایہ میں حق سائل اور محرومین کو ادا کرتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَ فِیۡۤ اَمۡوَالِہِمۡ حَقٌّ مَّعۡلُوۡمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ ط (۲)

ترجمہ: اور ان کے سرمایہ میں مانگنے والے اور محروم طبقہ لوگوں کے لئے حق معلوم ہے۔

۲۔ ایسے تمام پروگرام اسلامی نظر میں ناقابل برداشت ہیں جن سے امیر اور غریب میں طبقاتی جنگ یا باہمی نفرت پیدا ہو۔ اسی لئے وہ سرمایہ کو کسی نہ کسی شکل میں خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ زکوٰۃ و خیرات، قرضِ حسنہ، وقف، ہدیہ وغیرہ۔

۳۔ انسان کو اپنی حقیقت اور فنا و بقا کا فلسفہ یاد کرا کر سرمایہ دار اور دولت مند کو یقین دلاتا ہے کہ غریب اور ضرورت مند کی امداد خود اس کی اپنی امداد ہے۔ یعنی اس کا نفع دوسروں سے زیادہ خود اس کو پہنچ رہا ہے۔

مالی نظام کے اسلامی اصول:

۱۔ سورۃ مزمل نبوت کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی۔ پہلے حصہ میں فرعونیت (ملوکیت) کے مقابلے کا ذکر ہے۔ دوسرے حصہ میں احکام یعنی نماز، زکوٰۃ اور قرضِ حسنہ کا۔ اس میں خدا پرستی کا صرف ایک حکم ہے نماز پڑھو۔ لیکن دولت کے متعلق دو حکم ہیں۔ زکوٰۃ اور قرضِ حسنہ۔

۲۔ سورۃ علق کے پہلے حصہ میں آغاز وحی کا ذکر ہے دوسرے حصہ کا پہلا فقرہ ہے۔

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَیَطۡغٰۤی. اَنۡ رَّاٰہُ اسۡتَغۡنٰی

یعنی بے شک انسان حد سے نکل رہا ہے اس پر کہ وہ دیکھتا ہے کہ وہ مستغنی (دولت مند) ہو گیا ہے۔

۳۔ سورۃ مدثر سب سے پہلی سورۃ ہے جس میں آپ کو دعوت و تبلیغ کی ہدایت دی گئی۔ اس میں یہ حکم ہے کہ وَلَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَکۡثِرُ کسی پر اس غرض سے احسان نہ کر کہ اس سے زیادہ حاصل کرنا مقصود ہو۔ یعنی معاوضہ کے حاصل کرنے کے لئے کسی پر احسان نہ کرو۔

۴۔ مکی سورتوں میں سورۃ البلد کا مطالعہ فرمائیے۔

فَلَا اقۡتَحَمَ الۡعَقَبَۃَ وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡعَقَبَۃُ فَکُّ رَقَبَۃٍ اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِیۡ یَوۡمٍ ذِیۡ مَسۡغَبَۃٍ

يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ (۱)

ترجمہ: آپ کو معلوم ہے گھاٹی کیا ہے جس سے گزرنا مشکل ہوتا ہے۔ کوئی گردن چھڑانا (یعنی) غلام خرید کر آزاد کرنا، یا مقروض کا قرض ادا کر دینا، یا کھانا کھلانا فاقہ کے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی مٹی میں ملنے والے مسکین کو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو آنکھوں اور کانوں اور زبان والا اس لئے بنایا ہے کہ وہ ہر ضرورت مند کی امداد کرے خواہ عزیز و قریب ہو یا اجنبی۔

۵۔ سورۃ الھمزۃ بھی مکی دور کی سورۃ ہے یہ پوری سورۃ سرمایہ داری کے خلاف اس شدت سے گرج رہی ہے کہ انقلاب پسندوں کے تمام لٹریچر میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

ترجمہ: تباہی اور بربادی ہے ہر اس شخص کے لئے جو اپنی دولت اور سرمایہ کے زعم میں دوسروں کو طعنہ دیتا ہے، ان میں عیب نکالتا ہے، جس نے سمیٹا مال اور گن گن کر رکھا خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال صدا رہے گا، ہرگز نہیں۔ یقین رکھو ایسی آگ میں ڈالا جائے گا کہ اس میں جو کچھ پڑے وہ اس کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے۔ آپ کو کچھ معلوم ہے وہ توڑنے پھوڑنے والی آگ کیا ہے؟ وہ اللہ کی آگ ہے جو سلگائی گئی ہے، جو دلوں تک پہنچے گی اور ان پر بند کر دی جائے گی لمبے لمبے ستونوں میں۔" (۱)

۶۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حرم کعبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیوار کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے مجھے آتے دیکھا تو فرمایا:

هم الاخسرون و رب الكعبة يوم القيمة

رب کعبہ کی قسم قیامت کے روز یہی لوگ سب سے زیادہ خسارہ میں رہیں گے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ الفاظ سنے تو لرز گیا۔ مجھے خوف ہوا کہ شاید یہ میرے بارے میں نازل ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں کن کے متعلق یہ ارشاد ہو رہا ہے؟

فرمایا کہ وہی جن کے پاس دولت زیادہ ہے۔ پھر ہاتھ پھیلا کر دائیں بائیں ہاتھ بڑھاتے ہوئے فرمایا۔ اس خسارے سے صرف وہ لوگ مستثنیٰ ہو سکتے ہیں جو اس طرح دونوں ہاتھ بڑھا کر سامنے دیتے ہیں، دائیں دیتے ہیں، بائیں دیتے ہیں۔ (۲)

بہرحال اسلام جس کو قرض کہتا ہے اس کا اثر تو یہ ہوتا ہے کہ دولت مند کی ابھری ہوئی سطح

پست ہو جائے۔ کیونکہ اس قرض میں کبھی پوری دولت کا بھی مطالبہ ہو جاتا ہے۔

یَسْئَلُوْنَکَ مَا ذَا یُنْفِقُوْنَ ۝ قُلِ الْعَفْوَ (۱)

آپ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں؟ آپ فرمادیں جو کچھ افزود ہے سب خرچ کرو۔

اس سے غریب کی غربت ختم ہوتی ہے اور حاجت مند کی حاجت پوری ہوتی ہے اور پسماندہ طبقہ پروان چڑھتا ہے۔ لیکن سرکاری قرضوں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ امیر زیادہ امیر اور غریب زیادہ غریب ہو جاتا ہے۔ صاحب دولت کی دولت خدا کے نام پر خزانہ سے نکل کر گردش کرے گی تو ظاہر ہے دولت مند کو اس دولت سے دنیا میں کچھ فائدہ حاصل ہوگا تو عوام اور غریب طبقہ کو بہت فائدہ ہوگا وہ یہ کہ ان کی اقتصادی سطح بلند ہو جائے گی۔ اس طرح امیری اور غریبی کے درمیان مسافت اعتدال پر آجائے گی۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے بندوں سے قرضِ حسنہ مانگا ہے تاکہ اس کے سب بندے سکون وچین کے ساتھ زندگی بسر کرسکیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بندوں پر خرچ کو اپنے نفس پر خرچ سے تعبیر فرمایا ہے۔

ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں ایک شخص سے فرمائیں گے اے بندۂ خدا میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ میں ننگا تھا تو نے مجھے کپڑا نہ پہنایا۔ میں بیمار تھا تو نے میری بیمار پرسی نہ کی؟ وہ شخص کہے گا اے اللہ تعالیٰ تو تو ان چیزوں سے پاک ہے۔ تو جواب ملے گا۔ تیرے پاس میرا فلاں بندہ بھوکا آیا تھا اس نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے اس کو کھانا نہ دیا۔ اگر تو اس کو کھانا دیتا تو گویا مجھے کھانا دیتا۔ اگر اس کو کپڑا دیتا تو گویا مجھے کپڑا دیتا وغیرہ وغیرہ۔ (۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر خرچ کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس سے تعبیر کیا ہے اور اسی کا نام قرضِ حسنہ رکھا ہے اور قرض کا معاوضہ اپنے ذمہ لازمی کیا ہے۔ اس قرض سے عوام کی ضرورت پوری ہو رہی ہے، ان کی سطح بلند ہو رہی ہے۔ اور اہل ثروت کا اخلاقی فرض ادا ہو رہا ہے۔ خود غرضی اور سنگدلی کے بجائے آپس میں محبت، ہمدردی اور احترام کے جذبات بڑھ رہے ہیں۔

اسبابِ فرمانروائی و محبت:

محبت روحانی تعلیم سے پیدا ہوتی ہے۔ ماں باپ کی محبت فطری ہوتی ہے لیکن سماج اور معاشرے کا ہر ایک فرد دوسرے کا ماں باپ نہیں ہوتا۔ اس میں برابر کے بھائی بہن بھی ہوتے ہیں۔

اور ایسے اجنبی بھی ہوتے ہیں جن سے خون کا کوئی رشتہ نہیں ہوتا۔ یا اگر ہوتا ہے تو بہت دور کا ہوتا ہے۔ محبت اور انسیت ثمرہ ہوتا ہے احسان کا، نتیجہ ہوتا ہے لطف و کرم کا، ایثار و قربانی کا، داد دہش اور سخاوت کے پودوں پر محبت کے پھول کھلا کرتے ہیں۔ ہدیہ و تحفہ کی ڈالیوں پر عنایت و شفقت کے غنچے چٹخا کرتے ہیں۔

لیکن اس طرح کے سماج کی تشکیل و تخلیق میں جو چیز بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے وہ انفاق ہے یعنی اپنی دولت کو خرچ کرنا اور یہی خرچ دوسرے کو متاثر کرتا ہے۔ اپنی ضرورت کو پس پشت ڈال کر جب دوسرے کی ضرورت کو مقدم سمجھا جائے تو اس کا ثمرہ جذبہ شکرگزاری ہوگا جو شکرگزار جاں نثار بھی ہو سکتا ہے اور احسان کرنے والا قدرتی طور پر فرمانروا بھی بن جاتا ہے۔ الانسان عبدالاحسان. انسان احسان کا بندہ ہے۔

خسارہ پورا کرنے والا آمدنی کا ایک مد

قرضِ حسنہ آمدنی کی ایک ایسی مد ہے جس سے ملک کے بجٹ کا خسارہ پورا کیا جا سکتا ہے۔ ہر سال ملک میں خسارے کے بجٹ کا اعلان ہوتا ہے مگر قرضِ حسنہ ایک ایسی اسلامی دفعہ ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے منافع کا بجٹ پاس ہوا کرے گا۔ سورۃ انفال: آیت ۶۰، سورۃ محمد: آیت ۳۸، سورۃ بقرہ: آیت ۱۹۵۔ اس پر شاہد ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قرضِ حسنہ دیتے ہیں دس گنا سے بھی زیادہ بڑھا دیتے ہیں۔ اب بتایئے آمدنی جب دس گنا سے زائد بڑھ جائے گی تو خسارہ کیسے ہوگا؟

ہماری حکومتیں بھی قرض لیتی ہیں جن کا سود بھی ادا کرتی ہیں مگر اس قرض کا بوجھ ملک کے غریب عوام جو ٹیکس دینے والے ہوتے ہیں ان پر پڑ جاتا ہے۔ جن سے عوام کی معیشت تباہ ہو جاتی ہے اور زندگی تنگ ہو جاتی ہے۔

یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَ یُرْبِ الصَّدَقَاتِ۔ (البقرہ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سود سے برباد کرتا ہے اور صدقات سے ترقی دیتا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

ایک مثال:

جن صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے ارشادِ خداوندی کی تعمیل میں انفاق فی سبیل اللہ کیا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق دنیا میں پورا پورا بدلہ دیا۔ اور آخرت میں تو ملے ہی گا۔ مثلاً حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابتدائی حالت یہ تھی کہ ان کی اہلیہ محترمہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اونٹ کے چارے اور چولہے کے سوختے کے لئے بار دو تین میل دور سے اپنے سر پر رکھ کر لایا کرتی تھیں۔ مگر تیس سال بعد جب وہ شہید ہو گئے تو ان کا ترکہ پانچ کروڑ سے زیادہ کا تھا جو قطعاً جائز اور پاک آمدنی سے حاصل ہوا تھا۔ جب کہ وہ تمام غزوات میں پیش پیش رہے تھے اور کروڑوں روپے راہِ خدا میں خرچ کئے تھے۔ (۱)

اسلامی مملکت کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ صدقات واجبہ کو قانونی طور پر وصول کرے اور اخلاقی طور پر ملک کے سرمایہ دار طبقہ کو انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دے۔

دولت کا اندازہ:

اب سوال یہ ہے کہ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ کون شخص اتنی قدرت کا مالک ہے کہ وہ قرضِ حسنہ سے ملکی خسارے کو پورا کر سکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صاحبِ نصاب لوگ جب سالانہ ایک ہزار روپیہ زکوٰۃ دیتے ہیں تو یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کا کل اثاثہ چالیس ہزار ہوگا۔

اب اگر اس انتالیس ہزار میں سے دو چار ہزار مزید ملک و ملت کی خدمت کر دیتا ہے تو ملک کا اقتصادی بحران خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ اور یہ ملک کے سرمایہ دار پر قومی اور ملی حق بھی ہے کیونکہ وہ اس ملک کے دیگر مفادات سے مستفید ہو رہا ہے۔ نیز حب الوطن من الایمان ''وطن کی محبت ایمان کا تقاضا ہے۔'' کے تحت ایسا ہر شخص کو کرنا چاہئے کہ وہ اپنی ضروریات سے افزودہ اور فاضل رقم قرضِ حسنہ کے طور پر ملک و ملت پر صرف کرے۔ (۱)

قرضِ حسنہ کے شعبے:

زکوٰۃ کے علاوہ صدقات کی اسلامی اصطلاح اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ اسلام دولت مند کو زکوٰۃ دینے کے بعد بھی قومی و اجتماعی انفاق کی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں کرتا بلکہ زکوٰۃ کے علاوہ

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

انفاق کے لئے دوسری راہیں بھی کھولتا ہے اور ان کو صدقات اور قرضِ حسنہ سے تعبیر کرتا ہے۔ صدقات کی یہ ذمہ داری دو حصوں پر تقسیم کی گئی ہے۔ایک انفرادی یعنی کسی متمول فرد کا کسی حاجت مند کی حاجت روائی کے لئے بطور خود انفاق کرنا۔

دوسرا اجتماعی یعنی زکوٰۃ کی طرح قوم کی اجتماعی اقتصادی حالت کی بہتری اور حاجت مندوں کی حاجت کے انسداد کیلئے بذریعہ حکومت خرچ کرنا۔ مثلاً صدقہ فطر، غریب والدین کا نفقہ، غریب اولاد کا نفقہ، جہاد اور رفاہِ عام کے اہم مواقع میں بیت المال کے علاوہ فنڈ کی فراہمی وغیرہ۔

اس مقام کی وضاحت میں بعض کم علم لوگوں کو یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی کہ مسلمان دولت مند طبقہ پر زکوٰۃ یا صدقۃ الفطر کے علاوہ (انفاق) کا کوئی شرعی مطالبہ عائد نہیں کرتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے اور جس نے بھی ایسا کیا ہے قلت تدبیر کی بنا پر کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تصریح ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی بعض حقوقِ مالی غنی کے ذمہ واجب ہیں۔ فرماتے ہیں:

فی مالک حق سوی الزکوٰۃ وصح عن الشعبی وغیرہ (۲)

تیرے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقالہ:

حضرت شاہ ولی اللہ دہلی رحمۃ اللہ علیہ جو اس صدی کے مفکر اسلام مانے گئے ہیں جن کی شخصیت ہر طبقہ وفرقہ میں غیر متنازعہ ہے فرماتے ہیں:

> ''غور کرو بلاشبہ عقل وحکمت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کے درمیان یہ طریقہ لازمی اور ضروری ہونا چاہئے کہ اہل قبیلہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں اور دردمندی اور بہی خواہی کا ثبوت دیں اور ایک دوسرے کے نفع و نقصان کو اپنا ذاتی نفع اور نقصان سمجھیں اور یہ بات ایسی جبلت اور خلقت کے بغیر ناممکن ہے جس کی پشت پر اس کو مضبوط بنانے کے لئے خارجی اسباب اور اس کو محفوظ رکھنے کے لئے سنت متوارثہ موجود ہو۔ یہاں جبلت تو اس علاقہ کا نام ہے جو باپ اور بیٹے یا مثلاً بھائی بھائی کے درمیان موجود ہے۔ اور اسی طرح دو یا چند عزیزوں کے درمیان ہوا کرتا ہے۔ اور اسباب

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

خارجی باہمی الفت ومودت، رہنمائی، غمگساری، ہمدردی وغیرہ کا نام ہے۔
کیونکہ یہ امور آپس میں محبت پیدا کرتے اور مصائب و آلام میں ایک دوسرے کی اعانت وبصیرت کے لئے بہادر بناتے ہیں۔اور سنت ان امور کو کہتے ہیں جن کو شریعت کی زبان لوگوں میں رشتۂ اخوت پیدا کرنے کے لئے ضروری قرار دیتی ہے۔ اور اس کے نہ کرنے پر قابل ملامت ٹھہراتی ہے۔ مثلاً وہ حکم دیتی ہے کہ صلہ رحمی ضروری ہے اور ایسا نہ کرنے والا آثم اور گنہگار ہے۔

اگر کوئی شخص ان عمدہ صفات سے بغاوت کرتا ہے تو حکمرانوں کی یہ ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ ان اخلاقی امور کی نگرانی کرے۔"

اب شعبوں کی تفصیل ذکر کرتے ہیں۔

قرضِ حسنہ کا ایک شعبہ وراثت وترکہ ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سے ورثاء اور قرابت داروں کی معاشی حالت مضبوط ہوتی ہے۔ارشادِ نبویؐ ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہوا فتح مکہ والے سال اور مرنے کے قریب ہوگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کوتشریف لائے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا مال بہت ہے اور میری وارث میری صرف ایک بیٹی ہے تو کیا میں اپنے سارے مال کی راہِ خدا میں وصیت کر جاؤں؟ فرمایا نہیں۔ پھر میں نے کہا کیا دوثلث مال کی وصیت کروں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ کیا نصف مال کی وصیت کروں؟ فرمایا نہیں۔ کیا ایک تہائی وصیت کروں؟ فرمایا تہائی کافی ہے اور تہائی بھی بہت ہے۔اس کے بعد فرمایا:

انک ان تذر ورثتک اغنياء خير من ان تذرهم عالة يتكففون الناس انک لن تنفق نفقة الا اجرت فيها حتى اللقمة ترفعها الى فى امرأتک. (۱)

ترجمہ: البتہ ورثاء کوغنی بنا کر چھوڑنا بہتر ہے اس سے کہ وہ تنگ دست رہ کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ اہل حقوق پر جو بھی تو خرچ کرے گا تجھے اس کا اجر ملے گا۔ یہاں تک کہ اگر ایک لقمہ تو اپنی بیوی کے منہ میں لے جائے گا تو تجھے اس کا بھی بدلہ اور اجر ملے گا۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ ورثاء کے لئے مال کو چھوڑ جانا بہت